دھوبی کا گھاٹ

(۱۹۴۱ء)

جس شخص کے ملبوس کی قسمت میں لکھی ہے
کرنوں کی تمازت
رشک اتا ہے مجھ کو
اس پر۔

کیوں صرف اچھوتا،
انجان، انوکھا،
اک خواب ہے خلوت؟
کیوں صرف تصوّر
بہلاتا ہے مجھ کو؟

کیوں صبحِ شبِ عیش کا جھونکا
بن کر
رخسار کی بے نام اذیت
سہلاتا ہے مجھ کو؟

کیوں خوابِ فسونگ گر کی قبا چاک نہیں ہے؟

کیوں گیسوئے پیچیدہ و رقصاں

نمناک نہیں ہے؟

کیوں لمس کی حسرت کے جنوں سے

ملتی نہیں مجھ کو

بے قید رہائی؟

ملبوس پہ کرنوں کی تمازت

ہے دام نظر کا،

اور صبحِ شبِ عیش کو گیسو کا مہکتا ہوا جھونکا

مرہون سحر کا،

ہوتا ہی نہیں ہے۔

تو مان لے، اس عکس کا منظر

دیتا ہے تجھے جامِ چشیدہ کی سی لذّت،

کیوں سوچ رہا ہے

جھوٹا ہے یہ پیالہ؟

کیا آج زمانے میں کہیں دیکھی ہے تو نے

دوشیزہ مسرت؟

پھیلے ہوئے ملبوس پہ کرنوں کی تمازت

ہے زیست کے گیسو کی حرارت،

اس شخص کو پیراہنِ آلودہ کے دھونے ہی سے روزی

ملتی ہے جہاں میں

تو اِس پہ نظر کر۔